ہم جہاد کیوں کر رہے ہیں

تالیف

عبدالسلام بن محمد

دار الاندلس

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں جب وہ یہ کام کریں گے تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لیے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

www.jamatdawa.org/undlas
E-mail: undlas@jamatdawa.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا بے حد و حساب شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنی راہ میں جہاد کرنے والوں سے محبت عطا فرمائی اور لاتعداد صلاۃ و سلام اس ذات گرامی پہ جسے تمام دینوں پر دین اسلام کو غالب کرنے کے لئے دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ تلوار دے کر بھیجا گیا۔ اما بعد

افغانستان میں کمیونسٹوں کے خلاف جہاد کے بعد تمام دنیا کے مسلمانوں میں کفار سے جہاد کا جذبہ بیدار ہو گیا اور ہر خطے میں جہاد کی تحریک شروع ہو گئی جس سے امید پیدا ہونے لگی کہ اب کفر ذلیل ہو گا اور اسلام سربلند ہو گا۔

ایسے حالات میں مجاہدین کو اگر صرف کفر کی طاقتوں سے ہی مقابلہ درپیش ہوتا تو زیادہ مشکل نہ تھا مگر افسوس کہ اسلام کا نام لینے والے کچھ فضیلت مآب بزرگ بھی ان کے راستے کا پتھر بن کر سامنے آکھڑے ہوئے جنہوں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنے علم اور تقدس کا سارا زور یہ ثابت کرنے پر لگا رکھا ہے کہ موجودہ زمانے میں کفار کے ساتھ ہونے والا جہاد قرآن و سنت کے خلاف ہے اور یکسر ناجائز ہے۔ ان حضرات نے جہاد کے لئے ایسی ایسی شرطیں ایجاد فرمائی ہیں جو اس وقت پوری ہو ہی نہیں سکتیں اور جن کا صاف مطلب یہ ہے کہ کفار کے خلاف ہاتھ مت اٹھاؤ ان کی غلامی پر ہی قانع رہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کفار مسلمانوں سے لڑ کر جہاد کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکے جتنا اسلام کا نام لینے والے ان فضلاء کے پیدا کردہ شکوک و شبہات نے پہنچایا ہے۔

مرکز الدعوۃ والارشاد سے تعلق رکھنے والے تمام بھائی اللہ کے فضل سے عملی جہاد کے علاوہ ان شکوک و شبہات کے ازالے کی جدوجہد کرتے رہتے ہیں۔ مرکز کے تعلیمی اوارے جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ کا خادم ہونے کی حیثیت سے مجھے بھی اس قسم کے شبہات

کا جواب دینے کی سعادت حاصل ہوتی رہتی ہے۔ الحمدللہ اس سلسلے میں پچھلے دنوں میں نے مجلہ الدعوۃ میں چند سوالات کے جواب میں ایک مضمون لکھا جس کا عنوان تھا "ہم جہاد کیوں کر رہے ہیں؟" اس میں تفصیل کے ساتھ جہاد کے مقاصد بیان کئے گئے تھے اور جہاد پر ہونے والے عام اعتراضات کا جواب دیا گیا تھا۔

احباب نے اصرار فرمایا کہ یہ مضمون علیحدہ بھی شائع ہونا چاہئے اس لئے اسے مزید اصلاح و ترمیم کے ساتھ دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔

اس کے ساتھ مرکز طیبہ مریدکے میں علماء کرام کے ایک اجتماع میں کی گئی ایک تقریر بھی شامل کر دی گئی ہے جو مجلہ الدعوۃ میں "ترک جہاد کے بہانے" کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔

مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ جو بھائی اس مضمون کو اچھی طرح یاد کر لیں گے جہاد کے متعلق ان کی بصیرت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گا۔ وہ مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق بہتر طریقے سے یاد دلا سکیں گے اور جہاد کے خلاف اڑائی ہوئی گرد کو بہت آسانی کے ساتھ صاف کر سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے تمام اعمال کو صالح بنائے' انہیں اپنے لئے خالص کر لے اور انہیں حسن قبول سے نوازے۔

عبدالسلام بن محمد
خادم جامعۃ الدعوۃ الاسلامیہ
مرکز طیبہ۔ مریدکے
فون: ۷۹۹۰۳۹۷۔ ۷۹۹۰۳۳۸

ہم جہاد کیوں کر رہے ہیں؟

سوال:۔ کیا جہاد اس وقت فرض عین ہو چکا ہے اگر ہے تو اس کی کون سی دلیل ہے جبکہ کسی نبی نے بھی جہاد بالسیف اس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک انہوں نے اپنی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں نہ لایا ہو۔ جبکہ ہمارے پاس ابھی کوئی اسلامی ریاست کا وجود نہیں۔

اگر بالفرض جہاد کرنا ضروری ہے تو پھر جو ظلم و بربریت کا بازار کشمیر میں گرم ہے اور دیگر ممالک میں' وہ تو پاکستان میں بھی ہے اس میں ہم جہاد کیوں نہیں کرتے۔ اس کی کیا وجہ ہے دلائل سے ثابت کریں۔ اگر ہم اپنی اسلامی عمارت کو بیرون سے جہاد کے ذریعے سے مضبوط بھی بنا لیں اور اندر سے کھوکھلی رہے تو اس کا کیا فائدہ؟ واضح کریں۔

✿ باسم شریف پسروری
✿ رانا افتخار احمد پسروری

جواب:۔ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے آپؐ کو کفار سے لڑنے کی اجازت نہیں تھی جب ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور وہاں بھی کفار نے آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ نے لڑنے کی اجازت دے دی۔

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (الحج ۳۹)

جن لوگوں سے لڑائی کی جاتی ہے انہیں (لڑنے کی) اجازت دے دی گئی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لڑنا فرض فرما دیا۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (بقرہ ۲۱۶)

تم پر لڑنا فرض کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ تمہیں ناپسند ہے۔

اور کفار سے لڑائی اس وقت تک فرض کر دی جب تک مندرجہ ذیل مقاصد حاصل نہ ہو

جائیں۔

پہلا مقصد ــــ فتنے کا خاتمہ

جب تک دنیا کے کسی خطے میں کفار کے پاس وہ طاقت و شوکت موجود ہے کہ وہ اسلام کی وجہ سے کسی کو فتنہ میں مبتلا کر سکتے ہوں اگر کوئی ایمان لانا چاہتا ہو تو ان کی سزا اور تکلیف کے خوف سے ایمان لانے سے جھجکتا ہو اور کوئی ایمان لے آئے تو اسے ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ بننا پڑتا ہو اس وقت تک ان سے لڑنا فرض ہے کہ اسلام لانے کی راہ کی ہر رکاوٹ (فتنہ) ختم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (بقرہ ۱۹۳)

اور ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین اللہ کے لئے ہو جائے پس اگر وہ باز آ جائیں تو نہیں زیادتی مگر ظالموں پر۔

دوسرا مقصد ــــ غلبہ اسلام

جب تک تمام دنیا میں اسلام غالب نہ ہو جائے اور ہر جگہ اللہ کا قانون نافذ نہ ہو جائے کفار سے لڑتے رہنا فرض ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (انفال آیت ۳۹)

ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سارے کا سارا اللہ کے لئے ہو جائے پس اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ جو وہ کرتے ہیں اسے دیکھنے والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا

رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ (متفق علیہ)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں جب وہ یہ کام کریں تو انہوں نے مجھ سے اپنے خون اور مال محفوظ کر لئے مگر اسلام کے حق کے ساتھ اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔ (بخاری و مسلم)

تیسرا مقصد ــــ کفار کا جزیہ دینا

جب تک تمام دنیا کے کفار (جو اسلام نہ لانا چاہتے ہوں) ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کو جزیہ ادا نہ کریں ان سے لڑتے رہنا فرض ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ (التوبة ۲۹)

لڑتے رہو اہل کتاب میں سے ان لوگوں سے جو اللہ اور آخرت پر ایمان نہیں لاتے، نہ وہ چیزیں حرام مانتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام کی ہیں اور نہ ہی دین حق اختیار کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ ذلیل ہوں۔

چوتھا مقصد ــــ کمزوروں کی مدد

جب دنیا کے کسی خطے میں کمزوروں پر ظلم ہو رہا ہو انہیں ظلم سے نجات دلانے تک لڑتے رہنا فرض ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا (النساء ۷۵)

اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کو چھڑانے کے لئے نہیں لڑتے جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں اس بستی سے نکال لے جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حمایتی مقرر فرما دے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی مددگار عطا فرمادے۔

پانچواں مقصد ـــــــ مقتولین کا بدلہ

اگر کافر کسی مسلمان کو قتل کردیں تو اس کا بدلہ لینا فرض ہے۔ ہاں اگر مسلمان کو کسی مسلمان نے قتل کردیا ہو تو دینی اخوت کی وجہ سے دیت بھی ہو سکتی ہے' معافی بھی۔ مگر کافر سے بدلہ لینا فرض ہے۔ الا یہ کہ وہ مسلمان ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى (البقرۃ آیت۔ ۱۷۸)

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم پر مقتولوں کے بارے میں بدلہ لینا فرض کردیا گیا ہے۔

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عمرہ کی ادائیگی کے لئے مکہ تشریف لائے تھے۔ آپؐ کا ارادہ لڑنے کا نہیں تھا کفار نے آپ کو روک دیا تب بھی آپؐ نے لڑائی نہیں کی۔ آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا مکہ والوں نے انہیں واپس نہ آنے دیا تو مسلمانوں نے سمجھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل کردیئے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پہنچی تو آپؐ نے فرمایا اب ہم ان لوگوں سے لڑائی کئے بغیر

نہیں جائیں گے اور آپؐ نے چودہ سو ساتھیوں سے لڑائی کی بیعت لی۔ کفار نے یہ سنا تو جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو واپس بھیج دیا۔ (مختصر سیرۃ الرسول اور سیرۃ ابن ہشام)

صاف ظاہر ہے کہ یہ بیعت قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے لی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر اپنی رضا کا اعلان قرآن مجید میں نازل فرمایا۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ (الفتح)

یقیناً اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جس وقت وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔

۸ھ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر بصریٰ کے حاکم کی طرف بھیجا۔ راستے میں شرحبیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر کی طرف سے بلقاء شام کا گورنر تھا' انہیں گرفتار کرکے شہید کردیا۔ آپؐ کو اطلاع پہنچی تو آپؐ کو سخت صدمہ ہوا۔ آپؐ نے تین ہزار کا لشکر تیار کیا اتنا بڑا لشکر اس سے پہلے غزوہ خندق کے علاوہ کبھی جمع نہیں ہوا تھا۔ زید بن حارثہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور انہیں حکم دیا کہ جہاں حارث بن عمیر قتل کئے گئے ہیں وہاں جا کر انہیں اسلام کی دعوت دو اگر قبول کرلیں تو درست ورنہ اللہ سے مدد مانگ کر ان سے لڑو۔ یہی وہ جنگ موتہ تھی جس میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار سے لڑے مسلمانوں کے یکے بعد دیگرے تین امیر شہید ہوئے۔ پھر سیف اللہ خالد رضی اللہ عنہ نے کمان سنبھالی اور اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ (الرحیق المختوم)

اس علاقے کے لوگوں کو مزید سبق سکھانے کے لئے رسول اللہ نے اپنی وفات کے قریب انہی زید بن حارثہ کے فرزند ارجمند اسامہ کو لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا تھا جس کی تکمیل جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔

چھٹا مقصد ـــــــ معاہدہ توڑنے کی سزا

اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالے تو اس سے لڑنا فرض ہے۔

وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ (التوبہ ۱۲)

اگر وہ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو کفر کے سرداروں سے لڑو۔ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ باز آ جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا عہد توڑنے والی قوم سے جنگ کرنے کی صورت میں مسلمانوں کو چھ بشارتیں بھی دی ہیں۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (التوبۃ ۱۴۔۱۵)

ان سے لڑو اللہ انہیں تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور انہیں ذلیل کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری نصرت فرمائے گا اور ایمان والے لوگوں کے سینوں کو شفا دے گا اور ان کے دلوں کا غصہ ختم کرے گا اور جس پر اللہ چاہے گا رجوع فرمائے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶ھ ہجری میں قریش مکہ سے دس سال کے لئے صلح کر لی تھی اور اس صلح میں ان کی ایسی کڑی شرطیں بھی قبول فرمائی تھیں جو مسلمانوں کو سخت ناگوار تھیں۔ مگر ۸ھ میں قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف فوجی کارروائی میں حصہ لے کر معاہدہ صلح توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار جانبازوں کے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کر دیا اور مکہ فتح فرما لیا۔

مدینہ میں رہنے والے یہودی قبائل سے آپ نے امن و تعاون کا معاہدہ کیا تھا جب انہوں نے معاہدہ توڑا تو آپ نے بنو قینقاع اور بنو نضیر کا محاصرہ کر کے انہیں جلاوطن کر دیا اور بنو قریظہ کے محاصرہ کے بعد ان کے بالغ مردوں کو قتل کروا دیا اور عورتوں اور بچوں کو لونڈی، غلام بنا لیا۔

ساتواں مقصد ـــــــ دفاع کے لئے لڑنا

جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو دفاع کے لئے لڑنا فرض ہے۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرہ ۱۹۰)

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو یقیناً اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔

خندق کے موقع پر جب کفار مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو لڑائی میں شامل ہونے کا حکم دیا اور تبوک کے موقع پر جب دشمن کے حملہ آور ہونے کی خبر سنی تو نکلنے کے قابل تمام افراد کو سرزمین عرب سے باہر جا کر دشمن کے مقابلے کا حکم دیا حالانکہ اس وقت حالات بھی نہایت سخت تھے۔

آٹھواں مقصد ـــــــ مقبوضہ علاقہ چھڑوانا

اگر کفار مسلمانوں کی کسی جگہ پر قبضہ کر لیں تو انہیں وہاں سے نکالنا اور مسلمانوں کا قبضہ دوبارہ بحال کرنا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ (البقرۃ ۱۹۱)

اور انہیں جہاں پاؤ قتل کرو اور جس جگہ سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم انہیں وہاں سے نکالو۔

سورہ بقرہ میں طالوت کی قیادت میں بنی اسرائیل کی جس جنگ کا ذکر ہے وہ بھی مسلمانوں کے علاقے واپس لینے کے لئے لڑی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدوں کا قول نقل فرمایا ہے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا۔

ہمیں کیا ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں نہیں لڑیں گے حالانکہ ہمیں ہمارے گھروں اور ہمارے بیٹوں سے نکال دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد نہایت کم ہونے کے باوجود ان کی خاص مدد فرمائی اور داؤد علیہ السلام نے کفار کے سپہ سالار جالوت کو قتل کر دیا اور کفار کو شکست ہوئی۔ مکہ کی فتح میں کفار کے معاہدہ توڑنے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی شامل تھی کہ انہوں نے مسلمانوں کو سرزمین مکہ سے نکالا تھا۔

اب آپ اپنے سوال پر غور فرمائیں کیا جہاد اس وقت فرض ہو چکا ہے اگر ہے تو اس کی کون سی دلیل ہے؟

جہاد اس وقت فرض عین ہے یا فرض کفایہ ہے یہ بحث ان شاء اللہ آگے آ رہی ہے۔ سب س ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ اس وقت جہاد مسلمانوں پر فرض ہے بھی یا نہیں۔

کیا ہم نے مطلوبہ مقاصد حاصل کر لئے ہیں؟

میں نے قرآن مجید میں سے آٹھ مقاصد لکھے ہیں جن کے حاصل ہونے تک اللہ تعالیٰ نے کفار سے لڑتے رہنے کا حکم دیا ہے۔ آپ ترتیب وار دیکھیں کہ ان میں سے ایک مقصد بھی اس وقت مسلمانوں کو حاصل ہو سکا ہے۔

۱۔ جب تک فتنہ باقی ہے مسلمانوں پر لڑتے رہنا فرض ہے۔

آپ ہی بتائیں کیا اس وقت دنیا کے کسی بھی خطے میں ایمان لانے کی راہ میں کفار کی طرف سے پیش آنے والی رکاوٹیں اور فتنے ختم ہو سکے ہیں۔ کیا ہند کے مظلوم شودر جو اسلامی مساوات کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں بلا خوف مسلمان ہو سکتے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ انہوں نے کئی دفعہ من حیث القوم اسلام میں داخل ہونے کے ارادے کا اعلان کیا مسلمان ہونے کی تاریخ کا اعلان بھی کر دیا گیا مگر ہندو قوم کے ظلم و تشدد کی وجہ

سے اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔ کیا چین روس اور دوسرے کمیونسٹ ملکوں میں رہنے والے مسلمان اسلام پر عمل کر سکتے ہیں۔ کیا وہ خالص اسلام کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔ کیا وہاں کسی کمیونسٹ کو مسلمان ہونے کی گنجائش ہے۔ کیا دوسرے تمام کافر اور عیسائی ملکوں میں مسلمانوں کو دین کی وجہ سے کسی فتنے کا اندیشہ نہیں۔ اگر ان سب باتوں کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو اس وقت جہاد فرض ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

۲۔ جب تک ساری دنیا میں صرف اللہ ہی کا دین غالب نہ ہو جائے لڑتے رہنا فرض ہے۔ کیا اس وقت تمام دنیا میں دین صرف اللہ ہی کا چل رہا ہے؟ کیا ورلڈ آرڈر اسلام کا چل رہا ہے یا کفار کا؟ کیا تمام دنیا میں معاشی نظام اللہ کے حکم کے مطابق چل رہا ہے جو سود سے یکسر پاک ہے یا کفار کے دباؤ کی وجہ سے تمام مسلمان ملک بھی سودی نظام میں گرفتار ہیں۔ کیا تمام دنیا میں اللہ کی حدیں قائم ہو چکی ہیں۔ جب کفر پر اسلام کا غلبہ کہیں بھی نہیں تو ایسی صورت میں غلبہ اسلام کے لئے جہاد کی فرضیت میں شبہ کی کیا گنجائش ہے۔

۳۔ جب تک تمام دنیا سے کفار کی حکومتیں ختم کر کے کفار سے جزیہ وصول نہ کیا جائے ان سے لڑتے رہنا فرض ہے کیا اس وقت دنیا کے کسی خطے میں کفار مسلمانوں کے ذمی بن کر رہ رہے ہیں کیا وہ مسلمانوں کے سامنے اپنی ذلت کا اقرار کرتے ہوئے جزیہ دیتے ہیں۔ اگر آپ صورت حال کا جائزہ لیں تو معاملہ الٹ ہو گیا ہے مسلمان کفار کے سامنے ذلیل ہو کر انہیں جزیہ و باج و خراج ادا کر رہے ہیں کفار ورلڈ بینک میں آئی ایم ایف وغیرہ کے ذریعے مسلمانوں کی تمام دولت چھین رہے ہیں کیا اس ذلت کو دور کرنے اور کفار کو ذلیل کرنے کے لئے ابھی جہاد فرض نہیں ہوا؟

۴۔ جب دنیا کے کسی خطے میں کمزوروں پر ظلم ہو رہا ہو انہیں ظلم سے نجات دلانے تک لڑتے رہنا فرض ہے۔

کیا اس وقت دنیا میں کسی جگہ مسلمانوں پر ظلم نہیں ہو رہا۔ ہندوستان کشمیر، فلپائن، چیچنیا، روس اور چین کی مسلمان ریاستیں، بوسنیا اور دوسرے خطوں کے کمزور مرد عورتیں بچے ظلم سے بچانے کے لئے فریادیں نہیں کر رہے۔ ایسے حالات میں قران کی

واضح آیات کے بعد بھی جہاد کی فرضیت کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہے۔

۵۔ اگر کافر کسی مسلمان کو قتل کر دیں تو اس کا بدلہ لینا فرض ہے۔

کیا ہندوستان میں کوئی مسلمان قتل نہیں کیا گیا کشمیر میں کتنے مسلمان قتل ہوئے کتنی عصمتیں پامال ہوئیں ۱۹۴۷ء کے تقریباً پچیس لاکھ مقتولوں کا قصاص لینا ہماری گردن پر باقی ہے ان عورتوں کا بدلہ کون لے گا جو ابھی ہندوؤں اور سکھوں کی اولاد کو جنم دے رہی ہیں چین، روس، البانیہ، یوگوسلاویہ وغیرہ میں انقلاب کے نام پر کتنے لاکھ مسلمان تہہ تیغ کر دیئے گئے اور باقی ماندہ کروڑوں زبردستی کمیونسٹ بنا لئے گئے۔ ابھی چند ماہ پہلے بوسنیا میں ایک ایک دن میں ۲۳ ہزار مسلمانوں کو قتل کیا گیا۔

۶۔ اگر کوئی قوم مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا معاہدہ توڑ ڈالے تو اس سے لڑنا فرض ہے۔

کیا اس وقت دنیا کی کوئی قوم ایسی ہے جس نے مسلمانوں سے کئے ہوئے معاہدے کی خلاف ورزی نہ کی ہو کیا قیام پاکستان کے بعد لیاقت نہرو معاہدہ کے مطابق ہندوستان نے مسلمانوں کے جان و مال اور مساجد کی حفاظت کی ہے۔ آئے دن فرقہ وارانہ فسادات کے نام پر مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے۔ ان کے کارخانے اور دکانیں جلائی جاتی ہیں۔ کتنی دفعہ پاکستان کے سفارتخانے پر حملے ہوئے۔ بابری مسجد کے علاوہ سینکڑوں مساجد شہید کر دی گئیں۔

کیا ہندوستان نے معاہدے کے مطابق کشمیر کے مسلمانوں کو اپنی رائے استعمال کرنے کا حق دیا ہے؟

۷۔ جب کوئی قوم مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائے تو اس کے دفاع کے لئے لڑنا فرض ہے۔ اس وقت کشمیر میں ساڑھے سات لاکھ ہندو مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور ہندوستان کی پوری فوج ان کی پشت پر ہے۔

برما کے مسلمانوں پر بدھ حملہ آور ہیں اور انہیں بے گھر کر رہے ہیں۔

بوسنیا میں سرب درندے مسلمانوں پر حملہ آور ہیں اور تمام دنیا کے عیسائی اور کمیونسٹ ان کی مدد کر رہے ہیں چیچنیا کے مسلمانوں پر روس نے حملہ کیا ہے اور وہ زندگی

اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

اسرائیل نے عربوں کے قلب میں اپنے وجود کا خنجر پیوست کر رکھا ہے۔

فلپائن میں عیسائیوں نے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔

اپنے بچوں کے دفاع کے لئے تو جانور بھی جنگ سے گریز نہیں کرتے خواہ ان کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے حتیٰ کہ اگر کوئی کتا یا بلی مرغی کے بچوں پر حملہ آور ہو تو وہ اپنے بچوں کے دفاع کے لئے کسی مفتی سے فتویٰ نہیں لیتی اور کتے یا بلی سے الجھ جاتی ہے حالانکہ کتے یا بلی کے مقابلے میں مرغی بے چاری کی حیثیت ہی کیا ہے اور ہم ابھی تک اسی شش و پنج میں گرفتار ہیں کہ اس وقت جہاد فرض ہونے کی دلیل کیا ہے؟

۸۔ اگر کفار مسلمانوں کی کسی جگہ پر قبضہ کر لیں تو انہیں وہاں سے نکالنا اور مسلمانوں کا قبضہ دوبارہ بحال کرنا فرض ہے۔

الف۔ اندلس (سپین) میں آٹھ سو سال مسلمانوں کی حکومت کے بعد ان کا آخری آدمی بھی وہاں سے ختم کر دیا گیا اور عیسائی مکمل قابض ہو گئے۔ اسے واپس لینا ہماری ذمہ داری ہے۔

ب۔ پورا ہندوستان بشمول کشمیر، حیدر آباد، آسام، نیپال، برما، بہار، جوناگڑھ مسلمانوں کی سلطنت تھا۔ ترک جہاد کی وجہ سے غیروں کے قبضے میں چلا گیا۔

ج۔ فلسطین پر یہودی قابض ہیں مسلمانوں کا قبلہ اول بیت المقدس یہودیوں کے قبضے میں ہے ان کے علاوہ بیسیوں ملک مثلاً بلغاریہ، ہنگری، قبرص، سسلی، حبشہ، روسی ترکستان اور چینی ترکستان، کاشغر کی حد تک پھیلے ہوئے ممالک مسلمانوں کے قبضے میں تھے انہیں کفار کے قبضے سے چھڑانا ہم پر فرض ہے پیرس سے ۹۰ کلو میٹر دور تک کا فرانسیسی علاقہ اور سوئزر لینڈ کے جنگلات و پہاڑ بھی مسلمان مجاہدوں کے مسکن تھے آج وہاں کفار کا قبضہ ہے۔

امید ہے اس تفصیل کے بعد اس بات میں کوئی شبہ باقی نہیں رہے گا کہ اس وقت وہ تمام اسباب موجود ہیں جن کی بناء پر جہاد فرض ہوتا ہے۔

اسلامی ریاست کے بغیر جہاد؟

اب ہم آپ کے سوال کے دوسرے حصے کا جائزہ لیتے ہیں آپ نے لکھا ہے کہ کسی نبی نے بھی جہاد بالسیف اس وقت تک شروع نہیں کیا جب تک انہوں نے اپنی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں نہیں لایا۔ جب کہ ہمارے پاس ابھی کسی اسلامی ریاست کا وجود نہیں ہے۔

پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کے مکمل حالات ہمیں معلوم نہیں۔ ان کے متعلق کسی بات کا دعویٰ کرنا دعویٰ بلا دلیل ہے اور اگر معلوم ہوں بھی تو ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں کسی اور پیغمبر کی نہیں۔ ہمارے لئے آپ کا اسوہ ہی کافی ہے۔ اس لئے میں اسی کو سامنے رکھ کر بات کروں گا۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کے مکمل احکام تقریباً تئیس برس میں اترے۔ جتنے احکام اترتے مسلمان ان پر عمل کرتے۔ ان میں سے کچھ احکام مکہ مکرمہ میں اترے اور کچھ مدینہ میں۔ مگر دین مکمل ہونے کے بعد اب تمام احکام پر قیامت تک کے لئے عمل لازم ہے۔ اس میں وہ استثناء تو ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (بقرہ ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت کے مطابق اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن ۱۶)

اللہ تعالیٰ سے ڈرو جتنی تم میں طاقت ہے۔

مگر یہ استثناء نہیں ہو سکتا کہ فلاں فلاں چیزیں چونکہ اسلامی ریاست وجود میں آنے کے بعد فرض ہوئیں اس لئے وہ اس وقت فرض نہیں۔ اگر آپ کا فلسفہ عمل میں لایا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ اذان اقامت اور نماز باجماعت اس وقت تک فرض نہیں ہوئیں

جب تک اسلامی ریاست وجود میں نہیں آئی۔

اموال میں اڑھائی فیصد زکوٰۃ' مواشی میں ایک خاص نصاب کے مطابق صدقہ اور زمین کی آمدنی سے عشر اس وقت تک فرض نہیں ہوا جب تک اسلامی ریاست وجود میں نہیں آئی۔

رمضان کے روزے اس وقت تک فرض نہیں ہوئے جب تک اسلامی ریاست کے قیام کو ڈیڑھ سال نہیں گزرا۔ شراب اس وقت تک حرام نہیں ہوئی جب تک اسلامی ریاست کے قیام کے بعد چھٹا یا آٹھواں سال شروع نہیں ہوا۔ (فتح الباری کتاب الاشربہ)

متعہ کی حرمت کا واضح اعلان آپ نے خیبر کے موقع پر اس وقت کیا جب اسلامی ریاست کے قیام کو چھ برس گزر چکے تھے۔ اسی طرح گھریلو گدھے کی حرمت کا اعلان بھی اسی وقت ہوا۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

سود کی حرمت کی آیات اس وقت تک نہیں اتریں جب تک اسلامی ریاست قائم ہونے کے بعد دوسرے تمام احکام مکمل نہیں ہوئے۔ یہ تقریباً دس ہجری کی بات ہے۔ صحیح بخاری میں ابن عباس فرماتے ہیں

وَآخِرُ مَا أُنْزِلَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ آيَةُ الرِّبَا (بحوالہ تفسیر ابن کثیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے آخر میں جو آیت اتری سود کی آیت تھی۔

آپ کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس ابھی کسی اسلامی ریاست کا وجود نہیں تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ جب تک اسلامی ریاست وجود میں نہیں آتی اس وقت تک اذان اقامت اور باجماعت نماز فرض نہیں ہے۔

اسلامی ریاست کے قیام تک اس نصاب کے مطابق زکوٰۃ بھی فرض نہیں ہے۔

رمضان کے روزے بھی اسلامی ریاست قائم ہونے تک فرض نہیں۔

اسلامی ریاست کے قیام تک شراب بھی حلال ہے اور اس پر کوئی حد نہیں۔

متعہ سے لطف اندوز ہونے کی گنجائش بھی اسلامی ریاست کے قیام تک موجود ہے اور اس وقت تک گدھوں کا گوشت بھی کھایا جا سکتا ہے۔

اور جب تک اسلامی ریاست وجود میں نہیں آتی سود کا لین دین بھی جائز ہے۔

اور آپ کے فلسفے کو اگر مزید آگے بڑھایا جائے تو اسلامی ریاست کے قیام کے بعد بھی کم از کم چھ سال تک شراب حلال رہے گی۔ اتنی ہی مدت تک متعہ کی گنجائش باقی رہے گی گدھے کا گوشت حلال رہے گا اور تقریباً دس سال تک سود جائز رہے گا۔ زنا چوری بہتان وغیرہ کی حدیں بھی اسلامی ریاست کے قیام کے اتنے سال بعد شروع ہوں گی جتنے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلامی ریاست قائم کرنے کے بعد شروع ہوئیں۔

تقریباً یہی بات وہ حضرات کہتے ہیں جن کا کہنا ہے کہ جب تک معاشرے کی اخلاقی حالت درست نہ ہو زنا کی حد لگانا ظلم ہے جب تک معاشرے میں غربت اور معاشی ناہمواری ختم نہ ہو چور کا ہاتھ کاٹنا زیادتی ہے۔

نہیں میرے بھائی یہ فلسفہ درست نہیں۔ کوئی چیز اسلامی ریاست قائم ہونے سے پہلے فرض ہوئی یا بعد میں اب وہ قیامت تک کے لئے فرض ہے اور جونہی اس فرض کو ادا کرنے کی استطاعت ہو فوراً اسے ادا کرنا ہو گا اسی طرح کوئی چیز اسلامی ریاست قائم ہونے سے پہلے حرام ہوئی ہو یا بعد میں 'اب قیامت تک کے لئے حرام ہے۔

جہاد کا بھی یہی معاملہ ہے۔ پہلے اس کی اجازت ہی نہ تھی حکم تھا کہ ہاتھ روک کر رکھو مدینہ جا کر پہلے لڑنے کی اجازت ہوئی پھر لڑنا فرض کر دیا گیا۔ اب یہ قیامت تک جاری رہے گا۔

اس فریضہ سے جان چھڑانے والے کئی عذر پیش کرتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں اسلامی ریاست کا قیام ہونے تک جہاد بالسیف جائز نہیں۔

کبھی کہتے ہیں خلیفہ کے بغیر جہاد جائز نہیں۔

کبھی کہتے ہیں تعداد کم ہو تو جہاد جائز نہیں۔

لیکن ان میں سے کوئی عذر بھی درست نہیں۔

جہاد فرض ہو جانے کے بعد قیامت تک جاری ہے

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يَّبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا يُّقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ (رواہ مسلم مشکوۃ کتاب الجہاد)

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا مسلمانوں کی ایک جماعت اس پر لڑتی رہے گی یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

عربی لغت کی معتبر کتاب القاموس میں لکھا ہے۔

وَالْعُصْبَةُ مِنَ الرِّجَالِ وَالْخَيْلِ وَالطَّيْرِ مَا بَيْنَ الْعَشَرَةِ إِلَى الْأَرْبَعِيْنَ كَالْعِصَابَةِ۔

یعنی عصبہ آدمیوں گھوڑوں یا پرندوں کی وہ جماعت ہے جو دس سے چالیس تک ہو عصابہ کا بھی یہی معنی ہے۔

کوئی اسلامی ریاست موجود ہو یا موجود نہ ہو ہر حال میں جہاد جاری رہے گا۔

جہاد کے لئے مسلمانوں کی بہت بڑی فوج موجود ہو یا دس بیس کا چھوٹا سا گروہ یہ فریضہ دونوں صورتوں میں جاری رہے گا۔ اگر جہاد کے لئے اسلامی ریاست کا وجود ضروری قرار دیا جائے یا خلیفہ کا ہونا ضروری ہو تو اس وقت دنیا میں خلیفہ موجود نہیں اور آپ کے کہنے کے مطابق ہمارے پاس ابھی کسی اسلامی ریاست کا وجود بھی نہیں تو نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ آپ کے مطابق اس وقت جہاد ہو ہی نہیں سکتا۔ فرمایئے اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کو سچا سمجھا جائے یا کچھ اور؟

اسلامی ریاست اور خلیفہ کا وجود تو دور کی بات ہے اگر کوئی بھی ساتھ نہ دے تو اکیلا ہی لڑ سکتا ہے اللہ نے فرمایا

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ (النساء ۸۴)

پس لڑائی کر اللہ کی راہ میں نہیں تکلیف دی جاتی تجھے مگر تیری جان کی اور مومنوں کو رغبت دلا۔

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ سے دس سال کے لئے صلح کرلی۔ صلح کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ مکہ کا کوئی آدمی مسلمان ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے گا تو آپ اسے واپس کردیں گے۔ صلح کی شرائط طے کر کے آپ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ قریش مکہ کا ایک آدمی ابو بصیر جو مسلمان ہو چکا تھا آپ کے پاس مدینہ میں آیا۔ مکہ والوں نے اسے واپس لانے کے لئے دو آدمی بھیجے آپ نے اسے ان کے حوالے کردیا وہ دونوں اسے ساتھ لے کر مدینہ سے چل پڑے ذوالحلیفہ میں پہنچے تو اترے اور کھجوریں کھانے لگے۔ ابو بصیر نے ان میں سے ایک سے کہا اے فلاں اللہ کی قسم مجھے تمہاری یہ تلوار بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ ذرا دینا میں دیکھوں تو سہی۔ اس نے پکڑا دی۔ ابو بصیر نے اسے ماری۔ یہاں تک کہ وہ ٹھنڈا ہو گیا۔ دوسرا بھاگا یہاں تک کہ مدینہ آگیا۔ دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس نے کوئی خوف دیکھا ہے اس نے کہا اللہ کی قسم میرا ساتھی قتل کر دیا گیا اور میں بھی قتل ہونے والا ہوں۔ ابو بصیر (بھی) آپ کے پاس آ پہنچا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی ماں کے لئے ویل ہو اگر اس کے ساتھ کوئی ہو تو یہ تو لڑائی بھڑکا دینے والا ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی تو سمجھ لیا کہ آپ اسے ان کی طرف واپس کردیں گے۔ وہ وہاں سے نکلا اور سمندر کے کنارے پر آگیا (ادھر مکہ سے) ابو جندل بن سہیل جان چھڑا کر نکلا اور ابو بصیر سے آملا۔ اب قریش میں سے جو بھی مسلمان ہوتا ابو بصیر سے جا ملتا یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت (عصابہ) اکٹھی ہو گئی اللہ کی قسم قریش کے جس قافلے کے متعلق وہ سنتے کہ وہ شام کے لئے نکلا ہے اس کی راہ پر جا پڑتے انہیں قتل کر دیتے اور ان کے مال چھین لیتے تو قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کا واسطہ

دے کر پیغام بھیجا کہ آپ ان کی طرف پیغام بھیجیں کہ جو آپ کے پاس آجائے اسے امن ہے۔ چنانچہ آپ نے ان کی طرف پیغام بھیج دیا (صحیح بخاری بحوالہ مشکوۃ کتاب الصلح)

اس حدیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ

۱۔ ابو بصیر نے اکیلے ہی کفار سے لڑائی کا آغاز کر دیا کسی ساتھی کا انتظار نہیں کیا بعد میں چند ساتھیوں کے ساتھ گوریلا کاروائیاں جاری رکھیں اور اس کا یہ عمل اللہ کے حکم کے مطابق تھا فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔

اس کی پہلی کاروائی کفار سے اپنی جان بچانے کے لئے یعنی دفاعی تھی بعد میں اس نے کفار پر حملے بھی کیئے یعنی ہجومی جنگ بھی کی۔

۲۔ ابو بصیر کی یہ کاروائیاں کسی خلیفہ کی زیر امارت نہ تھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسے واپس کرنے کا عہد کر چکے تھے اور آپ نے واپس کر بھی دیا تھا۔ پہلی کاروائی میں اپنا امیر وہ خود تھا اور بعد کی کاروائیوں میں اپنا اور اپنے ساتھیوں کا امیر تھا۔

۳۔ اپنی کاروائیوں کے لئے اس نے کسی اسلامی ریاست کو اپنا ٹھکانہ نہیں بنایا پہلی اسلامی ریاست صلح کی وجہ سے اس کی مدد سے انکار کر چکی تھی اور اس کی اپنی اسلامی ریاست ابھی وجود میں آئی نہیں تھی۔ مگر وہ اس کے باوجود لڑتا رہا یہاں تک کہ اپنی جان کفار سے بچانے میں ہی کامیاب نہیں ہوا بلکہ دوسرے مظلوم مسلمانوں کی جائے پناہ بھی بنا اور کفار کو اس قدر ذلیل کیا کہ وہ خود ہی اپنی ظالمانہ شرط سے دستبردار ہو گئے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بصیر رضی اللہ عنہ کی کسی کاروائی کی مذمت نہیں کی بلکہ خاموش رہ کر اس کی تائید فرمائی۔ افسوس کہ پچھلے دنوں ایک فلسفی بزرگ نے ابو بصیر کے اتنے عظیم عمل کو مشاغبہ (شور و غل) قرار دے کر اسے بے وقعت کرنے کی کوشش کی۔

خلاصہ یہ کہ ابو بصیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سے لڑائی کے لئے کوئی بھی شرط نہیں خصوصاً جب وہ ان سے اپنی جان بچانے کے لئے ہو۔ نہ تعداد کی

شرط ہے نہ اسلامی ریاست کی اور نہ خلیفہ کے وجود کی اگر امیر موجود نہ ہو تو دفاع کے وقت ہر شخص اپنا امیر خود ہوتا ہے اور جو شخص یا گروہ شرطیں پوری ہونے کا انتظار کرتا رہتا ہے۔ وہ اپنی آزادی عزت اور جان و مال سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

اسلامی ریاست اور خلیفہ جہاد سے وجود میں آتے ہیں

محرم ۶۵۶ھ میں تاتاریوں نے بغداد پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور خلیفۃ المسلمین مستعصم باللہ کو قتل کر دیا۔ رجب ۶۵۹ تک ساڑھے تین سال مسلمانوں کا کوئی خلیفہ نہیں تھا۔ اگر وہ اس دوران تاتاریوں سے جہاد ترک کر دیتے تو دنیا سے مسلمانوں کا نام و نشان تک مٹ جاتا مگر انہوں نے جیسے بھی ہو سکا الگ الگ ٹکڑیوں میں بھی ان کا مقابلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ انہیں پے در پے شکستیں دے کر اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت میں کامیاب ہو گئے اور دوبارہ مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کیا گیا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ تاتاریوں سے لڑنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں کہ میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا جو ان کی مخالفت کرے اور جو ان کی مدد چھوڑ دے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔ (مجموعہ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ص۴۱۶ و ص۵۳۱ ج۲۸)

حقیقت یہ ہے کہ جب خلیفہ کا وجود نہ ہو اور اللہ نہ کرے اسلامی ریاستیں بھی سرے سے ختم ہو جائیں تو بجائے اس کے کہ جہاد ختم سمجھا جائے جہاد ہی وہ بابرکت چیز ہے جس سے دوبارہ خلیفہ اور اسلامی ریاست کے قیام کی امید کی جا سکتی ہے۔

اس وقت جہاد فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟

میں نے اس مضمون کے شروع میں قرآن مجید سے آٹھ اسباب بیان کئے ہیں جن کی بناء پر اس وقت مسلمانوں پر جہاد فرض ہے۔ آپ کا سوال یہ تھا کہ کیا اس وقت جہاد فرض

عین ہو چکا ہے؟ اگر ہے تو اس کی دلیل کیا ہے۔

اس کے لئے ہمیں پہلے فرض عین اور فرض کفایہ کا مطلب سمجھنا ہوگا ابن قدامہ فرماتے ہیں۔

فَرْضُ عَيْنٍ هُوَ الْفَرْضُ الَّذِي يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَنْ يَفْعَلَهُ بِنَفْسِهِ كَالصَّلٰوةِ وَالصَّوْمِ.

فرض عین وہ فرض ہے جو ہر مسلم کو خود کرنا واجب ہے مثلاً صلوٰۃ و صوم

فَرْضُ كِفَايَةٍ الَّذِي إِذَا قَامَ بِهِ مَنْ يَكْفِي سَقَطَ عَنْ سَائِرِ النَّاسِ وَإِنْ لَمْ يَقُمْ بِهِ مَنْ يَكْفِي أَثِمَ النَّاسُ كُلُّهُمْ فَالْخِطَابُ فِي ابْتِدَائِهِ يَتَنَاوَلُ الْجَمِيعَ كَفَرْضِ الْأَعْيَانِ ثُمَّ يَخْتَلِفَانِ فِي أَنَّ فَرْضَ الْكِفَايَةِ يَسْقُطُ بِفِعْلِ الْبَعْضِ وَفَرْضُ الْأَعْيَانِ لَا يَسْقُطُ عَنْ أَحَدٍ بِفِعْلِ غَيْرِهِ (المغنی والشرح الکبیر لابن قدامہ کتاب الجہاد)

فرض کفایہ وہ ہے جسے اتنے لوگ ادا کر دیں جو کافی رہیں تو باقی تمام لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور اگر اتنے لوگ ادا نہ کریں جو کافی ہوں تو تمام لوگ گناہگار ہوتے ہیں اس کا حکم شروع میں تمام لوگوں کو ہوتا ہے جس طرح فرض عین کا حکم تمام لوگوں کو ہوتا ہے بعد میں دونوں کا فرق یہ ہے کہ فرض کفایہ کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے باقی لوگوں سے ساقط ہو جاتا ہے اور فرض عین کسی ایک کے ادا کرنے سے دوسرے سے ساقط نہیں ہوتا۔

فقہاء نے فرض کفایہ کی مثال نماز جنازہ بیان کی ہے میت کا جنازہ اور کفن دفن تمام مسلمانوں پر فرض ہے اگر چند آدمی جو یہ کام سرانجام دے سکتے ہوں ادا کر دیں تو باقی مسلمانوں سے فرض ساقط ہو جائے گا لیکن اگر کوئی بھی ادا نہ کرے یا اتنے لوگ جمع نہ ہوں جو یہ کام سرانجام دینے کے لئے کافی ہوں تو تمام مسلمان فرض ادا نہ کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوں گے۔

یہ بات تو بالکل واضح ہے کہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہے اس کے لئے میں نے شروع میں قرآن مجید سے کئی آیات بیان کی ہیں۔ جو اس بات کی دلیل ہیں کہ ان آیات میں مذکورہ آٹھ مقاصد حاصل ہونے تک کفار سے لڑتے رہنا فرض ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کفار سے جہاد نماز روزہ کی طرح فرض عین ہے کہ ہر ایک مسلمان کو اپنا اپنا فرض ادا کرنا ہوگا یا فرض کفایہ ہے کہ کچھ مسلمان یہ فریضہ ادا کردیں تو باقی کی طرف سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

بعض اہل علم فرماتے ہیں کہ جہاد فرض عین ہے اور اس کی دلیل وہ تمام آیات ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں۔ چنانچہ تفسیر قرطبی میں ہے

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ اِنَّ الْجِهَادَ فَرْضٌ عَيْنٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ عَيْنِهٖ اَبَدًا حَكَاهُ الْمَاوَرْدِيُّ۔ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۳۸/۳ اور دیکھئے تفسیر طبری ۲۰۱/۲)

ماوردی نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے فرمایا جہاد ہر مسلم کی ذات پر ہمیشہ فرض عین ہے۔

اور اکثر اہل علم فرماتے ہیں کہ جہاد فرض کفایہ ہے اگر کچھ لوگ یہ فریضہ سرانجام دے رہے ہیں تو دوسروں سے یہ فریضہ ساقط ہو جاتا ہے۔ اس قول کے لئے چند مضبوط دلائل ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ (التوبہ ۱۲۲)

اور نہیں ہیں مومن کہ سب کے سب نکل پڑیں۔ تو ایسا کیوں نہیں ہوا کہ ہر جماعت میں سے ایک گروہ نکل جاتا تاکہ وہ (میدان جہاد میں) دین کی سمجھ حاصل کرتے اور تاکہ جب وہ واپس آتے تو اپنی قوم کو ڈراتے تاکہ وہ بچ جاتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے لئے نکلنا تمام مسلمانوں پر فرض نہیں اگر ایک گروہ نکل پڑے تو سب مسلمانوں کا فرض ادا ہو جائے گا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا (النساء ۹۵)

گھروں میں بیٹھ رہنے والے مومن جنہیں کوئی عذر لاحق نہیں اور وہ جو اللہ راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ لڑنے والے ہیں۔ دونوں برابر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرنے والوں کو بیٹھے رہنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے اور ہر ایک سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے اور اللہ نے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مومن لڑائی کے لئے نہیں نکلے ان سے بھی بھلائی کا وعدہ ہے اگرچہ ان کا درجہ کم ہے اگر جہاد فرض عین ہوتا تو بیٹھ رہنے والوں کے لئے بھلائی کا وعدہ کیسے ہو سکتا ہے؟

۳۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَصَامَ رَمَضَانَ كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّدْخِلَهُ الْجَنَّةَ جَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ جَلَسَ فِيْ اَرْضِهِ الَّتِيْ وُلِدَ فِيْهَا قَالُوْا اَفَلَا نُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ اِنَّ فِي الْجَنَّةِ مِائَةَ دَرَجَةٍ اَعَدَّهَا اللّٰهُ لِلْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَا بَيْنَ الدَّرَجَتَيْنِ كَمَا بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ فَاِذَا سَاَلْتُمُ اللّٰهَ فَاسْاَلُوْهُ الْفِرْدَوْسَ فَاِنَّهٗ اَوْسَطُ الْجَنَّةِ وَاَعْلَى الْجَنَّةِ وَفَوْقَهٗ

عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَمِنْهُ تَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ (رواہ البخاری ۔ مشکوۃ کتاب الجہاد)۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے صلوٰۃ قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے اللہ کی راہ میں جہاد کرے یا اسی سرزمین میں بیٹھا رہے جس میں پیدا ہوا ہے۔ لوگوں نے کہا تو کیا ہم دوسرے لوگوں کو یہ خوشخبری نہ دیں آپ نے فرمایا یقیناً" جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لئے تیار کیا ہے۔ ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان وزمین کے درمیان ہے تو جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ جنت کا سب سے افضل اور سب سے بلند حصہ ہے اور اس سے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان جہاد کے لئے نہ نکلے اپنے گھر میں ہی بیٹھا رہے اور دوسرے فرائض ادا کرتا رہے تو جنتی ہے۔ اگر جہاد فرض عین ہوتا تو یہ بشارت کیوں ہوتی؟

اگر دونوں اقوال کے دلائل پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کفار سے جہاد وقتال ایک وسیع عمل ہے جب تک نظام امارت کے تحت قوم کے تمام طبقات اس میں شامل نہ ہوں یہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ اس میں سب سے نمایاں وہ مجاہدین ہوتے ہیں جو میدان جنگ میں دشمن سے برسرپیکار ہوتے ہیں اور یقیناً" ان کا مرتبہ بھی دوسرے لوگوں سے بہت زیادہ ہے۔ مگر یہ سمجھ لینا کہ دشمن سے صرف یہی لڑ رہے ہیں اور دوسرے لوگوں کا اس لڑائی میں کوئی حصہ نہیں درست نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دشمن کے سامنے صف آرا مجاہدین کے لئے اسلحہ تیار کرنا' انہیں اسلحہ پہنچانا انہیں خوراک اور دوسری ضروریات بہم پہنچانا ان کے گھروں کی حفاظت اور کفالت کرنا سب لڑائی کے عمل کا حصہ ہیں اسی طرح دشمن سے مقابلے کی نیت

رکھنا اس مقصد کے لئے ہروقت تیار رہنا دوسروں کو جہاد پر آمادہ کرنا اسلحہ کی تربیت حاصل کرنا اور لوگوں کو اسلحہ کی تربیت دینا جہاد و قتال کی عمارت کے بنیادی پتھر ہیں۔ اس سلسلے میں چند احادیث زیر نظر رہنی چاہئیں۔

۱۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ جَهَّزَ غَازِيًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَقَدْ غَزَا وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِيْ اَهْلِهٖ فَقَدْ غَزَا۔
(متفق علیہ ۔ مشکوۃ کتاب الجہاد)

زید بن خالد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے اللہ کی راہ میں کسی لڑنے والے کو سازو سامان کے ساتھ تیار کیا تو اس نے بھی لڑائی کی اور جو کسی لڑنے والے کے گھر والوں میں اس کا نائب بنا یعنی ان کا خیال رکھا تو اس نے بھی لڑائی کی۔

۲۔ عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ اِلٰى بَنِيْ لِحْيَانَ مِنْ هُذَيْلٍ فَقَالَ لِيَنْبَعِثْ مِنْ كُلِّ رَجُلَيْنِ اَحَدُهُمَا وَالْاَجْرُ بَيْنَهُمَا (رواہ مسلم)

ابو سعید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ھذیل کے بنی لحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو آدمیوں میں سے ایک نکلے اور اجر ان دونوں کے درمیان ہو گا۔

۲۔ عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاهِدُوا الْمُشْرِكِيْنَ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ وَاَلْسِنَتِكُمْ۔ (رواہ ابو داود والنسائی والدارمی)

انس روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا مشرکین سے اپنے مالوں کے ساتھ اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَاَلَ اللّٰهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَّغَهُ اللّٰهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَاِنْ مَاتَ عَلٰى فِرَاشِهٖ۔

(رواہ مسلم مشکوۃ).

سہل بن حنیف فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صدق کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کرے اللہ تعالیٰ اسے شہداء کے مرتبوں پر پہنچادے گا۔ خواہ وہ اپنے بستر پر ہی فوت ہو۔

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا هِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَلٰكِنْ جِهَادٌ وَنِيَّةٌ وَإِذَا اسْتُنْفِرْتُمْ فَانْفِرُوْا۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن فرمایا کہ فتح کے بعد ہجرت نہیں لیکن جہاد اور نیت ہے اور جب تم سے نکلنے کے لئے کہا جائے تو نکلو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کسی لڑنے والے کو تیار کرنے والا بھی لڑنے میں شریک ہے۔ اس کے اہل و عیال کی حفاظت و خبرگیری رکھنے والا بھی لڑ رہا ہے۔ دو بھائیوں میں ایک کو بھیج کر اس کے کام سنبھالنے والا دوسرا ساتھی بھی اس کے ساتھ شریک ہے۔

مشرکین سے لڑائی مال جان اور زبان تینوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ لڑائی اور شہادت کی سچی نیت سے بھی آدمی لڑائی میں شرکت اور شہادت کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاد سے مراد اگر نفیر یعنی دشمن کے مقابلے کے لئے نکلنا ہو تو یہ اس وقت فرض عین ہے جب امیر نکلنے کا حکم دے دے ایسی صورت میں صرف وہ شخص رہ سکتا ہے جسے خود امیر پیچھے رہنے کا حکم دے اور وہ بھی جہاد میں شریک سمجھا جائے گا اس کے علاوہ ہر صاحب استطاعت کو نکلنا ہو گا جیسا کہ غزوہ تبوک کے موقعہ پر سب کو نکلنے کا حکم دیا تھا مگر خود ہی چند افراد کو مدینہ کے انتظام کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ جو مومن سستی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے ان پر اللہ تعالیٰ نے سخت گرفت فرمائی تھی۔ اگر امیر تمام لوگوں کو یا کسی خاص آدمی کو نکلنے کا حکم نہ دے تو یہ فرض کفایہ ہے۔ کیونکہ عام

حالات میں ہر ایک مسلمان تو جا ہی نہیں سکتا اور نہ ہی لڑائی کی حکمت ہر مسلمان کے نکلنے کا تقاضا کرتی ہے آخر مسلمانوں کے شہروں اور ان کے گھروں کی حفاظت کے انتظام کے بغیر دشمن سے لڑائی کس طرح جاری رکھی جا سکتی ہے۔ اگر اتنے لوگ میدان میں موجود ہیں جو دشمن کے لئے کافی ہیں تو دوسرے لوگوں پر میدان میں نکلنا ضروری نہیں ہاں اس کے باوجود کوئی میدان میں نکلے تو ان سو درجوں کا حق دار ہو گا جو اللہ تعالیٰ نے لڑائی کے لئے نکلنے والوں کے لئے رکھے ہیں۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُوْنَ اور مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً سے یہی مراد ہے اسی طرح اپنی جائے پیدائش میں بیٹھ رہنے والی حدیث سے بھی یہی مراد ہے۔

لیکن اگر جہاد سے مراد ہو لڑائی کی نیت رکھنا' اس کی تربیت حاصل کرنا' جس قدر ہو سکے اسلحہ اور سازوسامان تیار رکھنا' مجاہدین کو لڑائی کے لئے تیار کرنا' ان کے گھروں اور اہل و عیال کی حفاظت اور خبرگیری رکھنا۔ غرض کسی نہ کسی طرح لڑائی میں شرکت کرنا تو یہ جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اس سے گریز نفاق ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی یہی معاملہ ہے۔ ابو سعید خدری راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ وَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ۔
(رواہ مسلم مشکوۃ باب الامر بالمعروف)

تم میں سے جو شخص کوئی برائی دیکھے اسے ہاتھ سے بدل دے اور یہ طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان کے ساتھ اور اگر یہ طاقت بھی نہ ہو تو دل کے ساتھ اور یہ سب سے کمزور ایمان ہے۔

علمائے کرام نے نہی عن المنکر کو فرض کفایہ قرار دیا ہے کہ اگر کچھ لوگ کسی برائی سے روک دیں تو سب کا فرض ادا ہو گیا مگر ایک دوسرے کو برائی سے روکنے کی تلقین کرتے رہنا اور کم از کم دل میں روکنے کی نیت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیونکہ اگر یہ بھی نہ ہو تو ایمان کی رتی بھی نہیں رہتی اسی طرح کفار سے جہاد میں کسی نہ کسی صورت

میں شرکت ہر مسلمان پر فرض ہے اور اگر کوئی شخص کفار سے لڑنے کی نیت اور ارادہ بھی نہیں رکھتا تو اس کا ایمان منافقت سے خالی نہیں۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ یَغْزُ وَلَمْ یُجَہِّزْ غَازِیًا اَوْ یَخْلُفُ غَازِیًا فِیْ اَھْلِہٖ بِخَیْرٍ اَصَابَہُ اللّٰہُ بِقَارِعَۃٍ قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ

ابو امامہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا جس شخص نے جنگ نہیں کی نہ کسی لڑنے والے کی تیاری کروائی اور نہ کسی جنگ کرنے والے کے گھر میں اس کا اچھائی کے ساتھ نائب بنا (یعنی اچھی طرح سے ان کا خیال رکھا) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سے پہلے پہلے اسے کوئی نہ کوئی زبردست مصیبت پہنچائے گا۔ (ابوداؤد)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِہٖ نَفْسَہٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَۃٍ مِنَ النِّفَاقِ۔

ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اس حال میں فوت ہو گیا کہ نہ اس نے جنگ کی اور نہ ہی اپنے دل سے جنگ کی بات کی تو یہ شخص منافقت کی ایک شاخ پر فوت ہوا۔ (صحیح مسلم)

جنگ کا ارادہ رکھنے کی علامت

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ کفار سے جنگ میں کسی نہ کسی صورت شرکت کرنا کم از کم جنگ کا ارادہ اور نیت رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اس ارادے کی ظاہری علامت بھی اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمادی ہے۔ سورۃ توبہ میں منافقین کے متعلق فرمایا۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً۔

اگر ان کا ارادہ جنگ کے لئے نکلنے کا ہوتا تو اس کی تیاری ضرور کرتے۔

معلوم ہوا کہ جو شخص کفار سے لڑائی کے لئے کوئی تیاری بھی نہیں کرتا نہ اپنا بدن تیار کرتا ہے نہ اسلحہ چلانا سیکھتا ہے نہ اسلحہ رکھنے کی کوشش کرتا ہے نہ سواری سیکھتا ہے نہ ہی جنگ میں کام آنے والا کوئی کام سیکھتا ہے نہ جنگ میں کام آنے والا سامان مہیا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اللہ کا نافرمان ہے۔ اور نفاق میں پھنسا ہوا ہے۔

فرض کفایہ بھی جب تک ادا نہ ہو رہا ہو فرض عین ہوتا ہے

بعض بھائی یہ کہہ کر دوسروں کو اور اپنے آپ کو مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جہاد کے لئے نکلنا فرض عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے تو کیا ضروری ہے کہ ہم لڑنے کے لئے نکلیں۔ اسی بات کو بہانہ بنا کر امت مسلمہ نے ہر جگہ کفار کے ہاتھوں ذلیل ہونے کے باوجود کفار سے لڑائی چھوڑ رکھی ہے الا ماشاء اللہ حالانکہ فرض کفایہ بھی جب تک اتنے افراد ادا نہ کر رہے ہوں جو وہ فرض ادا کرنے کے لئے کافی ہوں تمام استطاعت رکھنے والے افراد پر فرض ہوتا ہے۔

مثلاً کسی شہر میں اگر چند ڈاکٹر موجود ہیں تو مریضوں زخمیوں کا علاج ان سب پر فرض ہے اگر ان میں سے کچھ ڈاکٹر یہ ذمہ داری ادا کر رہے ہوں تو سب کا فرض ادا ہو گیا ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

اگر کوئی شخص پانی میں غرق ہو رہا ہو تو وہاں پر موجود تمام تیراکوں پر فرض ہے کہ اسے بچائیں اگر ایک بھی اٹھ کر اسے بچالے تو سب کا فرض ادا ہو گیا ورنہ ان کا یہ عذر قابل قبول نہ ہو گا کہ ڈوبتے ہوئے کو بچانا فرض کفایہ تھا۔ فرض عین نہ تھا۔ نہ ہی کسی کا یہ عذر سنا جائے گا کہ والد ماجد نے اسے بچانے سے منع کر دیا تھا۔

امام شوکانی فرماتے ہے۔

اَلْاَدِلَّۃُ الْوَارِدَۃُ فِیْ فَرْضِیَّۃِ الْجِہَادِ کِتَابًا وَسُنَّۃً اَکْثَرُ مِنْ اَنْ تُکْتَبَ ھٰھُنَا

وَلٰكِنْ لَا يَجِبُ اِلَّا عَلَى الْكِفَايَةِ فَاِذَا اَقَامَ بِهِ الْبَعْضُ سَقَطَ عَنِ الْبَاقِيْنَ وَقَبْلَ اَنْ يَقُوْمَ بِهِ الْبَعْضُ هُوَ فَرْضُ عَيْنٍ عَلٰى كُلِّ مُكَلَّفٍ۔

(السیل الجرار المتدفق علی حدائق الازھار للشوکانی ۴/۵۵)

کتاب و سنت میں جہاد کی فرضیت کے متعلق جو دلائل آئے ہیں اتنے زیادہ ہیں کہ یہاں لکھنے کی گنجائش نہیں لیکن وہ صرف علی الکفایہ واجب ہے۔ جب بعض لوگ اسے ادا کر رہے ہوں باقی لوگوں سے ساقط ہے اور جب تک بعض اسے ادا نہ کریں ہر مکلف پر فرض عین ہے۔

اب آپ وہ آٹھ مقصد دوبارہ پڑھیں جو میں نے شروع میں قرآن مجید سے تحریر کئے ہیں۔ کیا اتنے مسلمان ان مقاصد کے حصول کے لئے لڑائی میں مصروف ہیں کیا سب مسلمانوں کا فریض ادا ہو گیا ہے۔

کیا مجاہدین کی ایک جماعت جو تمام دنیا سے فتنہ ختم کرنے کے لئے کافی ہو۔ اس کام میں مصروف ہے؟

کیا تمام دنیا میں اسلام کا ورلڈ آرڈر نافذ کرنے کے لئے کوئی ایسی جماعت جہاد میں مصروف ہے؟ جو اس مقصد کے لئے کافی ہو۔

کیا تمام دنیا کے کفار سے بزور بازو جزیہ وصول کرنے کی جدوجہد کرنے والی کوئی جماعت موجود ہے جو اس مقصد کے لئے کافی ہو؟

کیا تمام دنیا کے کمزوروں اور مظلوموں کو ظلم سے بچانے والی کوئی جماعت موجود ہے جو اس مقصد کے لئے کافی ہو؟

کیا دنیا کے مختلف ملکوں میں کئی سو سال سے مسلسل قتل ہونے والے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کا بدلہ لینے والے اتنے مجاہد مصروف جہاد ہیں جو ان سب کا بدلہ لے سکیں؟

کفار نے پچھلے کئی سو سال میں مسلمانوں کے ساتھ کئے ہوئے جو معاہدے توڑے ہیں کیا ان سے ان معاہدوں کی خلاف ورزی کے متعلق پوچھنے والے اتنی تعداد میں موجود ہیں جو یہ فریضہ سرانجام دینے کے لئے کافی ہوں۔

کفار نے مسلمانوں کے جو علاقے چھینے ہیں انہیں واپس لینے کے لئے کیا اتنے مجاہد مصروف جہاد ہیں کہ واپس لے سکیں۔ اندلس، ہندوستان، روسی اور چینی ترکستان بیت المقدس وغیرہ دوبارہ حاصل کرنے والی کافی جماعت کیا اس کام میں مصروف ہے؟

دنیا کے مختلف خطوں میں کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہیں کیا اس کا دفاع اتنے لوگ کر رہے ہیں جو کافی ہوں۔

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ان تمام مسلمانوں کے گنہ گار ہونے میں کیا شبہ ہے جو اپنی استطاعت کے مطابق کفار سے لڑائی میں حصہ نہیں لے رہے۔ ہم سب کو اپنی غفلت کا تدارک کرنا چاہئے اور فرض عین اور فرض کفایہ کی بحث کو جہاد سے فرار کا ذریعہ نہیں بنانا چاہئے۔

ہم پاکستان میں جہاد کیوں نہیں کرتے؟

جہاد کے متعلق آپ کا ایک سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض جہاد کرنا ضروری ہے تو پھر جو ظلم و بربریت کا بازار کشمیر میں گرم ہے اور دیگر ممالک میں وہ تو پاکستان میں بھی ہے۔ اس میں ہم جہاد کیوں نہیں کرتے اس کی کیا وجہ ہے دلائل سے ثابت کریں۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ کو ہندوستان اور پاکستان میں ہونے والے ظلم میں فرق نظر نہیں آتا؟

پاکستان کی بنیاد لا الہ الا اللہ پر رکھی گئی جب کہ ہندوستان کے جھنڈے پر دیر چکر کا نشان موجود ہے جو ہندو مذہب کی نشاندہی کرتا ہے۔

ہم پاکستان کے حکمرانوں سے مطالبہ کر سکتے ہیں کہ اپنے وعدے اور قول و قرار کے مطابق اسلام کا نفاذ کرو وہ اسلام کا صاف لفظوں میں انکار نہیں کرتے۔ ہاں اسلام پر عمل کے بارے میں نفاق سے کام لیتے ہیں جبکہ ہند کے حکمران کھلم کھلا کافر ہیں۔ کیا کلمہ گو منافق اور کافر کا فرق بھی آپ کو معلوم نہیں؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں

منافقین کی حد سے بڑھی ہوئی گستاخی پر جب بعض صحابہؓ نے انہیں قتل کرنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہنے دو لوگ کہیں گے محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ کیا آپ کی خواہش ہے کہ ہم کفار سے لڑنا چھوڑ کر اپنے کلمہ گو بھائیوں سے لڑنا شروع کر دیں۔

پاکستان میں اس وقت ایک آدھ جگہ اگر فساد ہو رہا ہے تو یہ مسلمانوں کی آپس میں لڑائی ہے اور حصول اقتدار کی جنگ ہے۔ کفر و اسلام کی لڑائی نہیں اور انہیں بھڑکانے والا بھی اصل میں ہندوستان ہے جب کہ ہندوستان میں مسلمانوں کو اسلام کی پاداش میں قتل کیا جاتا ہے۔ ان کی املاک لوٹی جاتی ہیں اور ان کی عزت پامال کی جاتی ہے۔ کیا مسلمان ہونے کے جرم میں ہونے والے ظلم اور عام ظلم میں جو فرق ہے آپ کو نظر نہیں آتا۔

آپ کو معلوم نہیں کہ بال ٹھاکرے نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے صرف تین راستے ہیں چوتھا کوئی راستہ نہیں۔ وہ برصغیر چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں یا ہندو بن جائیں یا قتل ہونے کے لئے تیار رہیں کیا پاکستان میں بھی مسلمانوں کے سامنے یہی تین راستے ہیں؟ ہندوستان میں اسلام کی علامت کے طور پر نمایاں بابری مسجد علی الاعلان ڈھادی گئی اور اس موقعہ پر اس کے علاوہ سینکڑوں مسجدیں مسمار کر دی گئیں۔ کیا پاکستان میں بھی مسجدیں اس لئے گرائی جاتی ہیں کہ یہاں ہندوؤں کے مندر ہونے چاہئیں؟ ہندوستان میں مسلمان گائے ذبح کرنے کی جرات نہیں کر سکتا کیونکہ گائے ہندوؤں کا خدا ہے۔ کیا پاکستان میں بھی یہی حالت ہے؟

ہندوستان میں اذان کی آواز بلند ہونے پر ہندو اور سکھ فساد کر دیتے ہیں۔ لاؤڈ سپیکر پر اذان کہنے کی اجازت نہیں۔ کیا پاکستان میں بھی یہی حالت ہے؟

ہندوستان اور کشمیر میں ہندو فوج مسلمانوں پر حملہ آور ہے کشمیر میں ساڑھے چھ لاکھ فوج مسلط ہے۔ کیا پاکستان میں بھی ہندو فوج یا کوئی اور فوج اسلام کے جرم میں ہم پر حملہ آور ہے پھر کیا آپ کو اتنی موٹی بات سمجھ نہیں آتی کہ کفار کے پنجے میں گرفتار مسلمانوں کو چھڑانے کے لئے مسلمانوں کا آپس میں متحد ہونا ضروری ہے خواہ وہ کتنا ہی اختلاف رکھتے

ہوں۔ کفار ان کی جان و مال اور عزت و آبرو پامال کرتے وقت یہ نہیں دیکھیں گے۔ یہ حنفی ہے یا اہلحدیث اور مسلم لیگ کا ہے یا پیپلز پارٹی کا۔ وہ اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک کوئی شخص ہندو نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ۔

یہودی اور عیسائی آپ سے اس وقت تک ہرگز خوش نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کی ملت کی پیروی نہ کریں۔

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اگر ہم پاکستان میں مسلمانوں کی باہمی لڑائی اور ایک دوسرے پر ظلم ختم کرنا چاہتے ہیں تو اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم کفار سے لڑنا شروع کر دیں۔ کیونکہ اگر ہم کفار سے نہیں لڑیں گے تو آپس میں لڑائی کبھی ختم نہیں ہو گی نہ آپس میں ظلم ختم ہو گا۔

امید ہے آپ کو پاکستان کے کلمہ گو لوگوں سے جہاد (جہاں ہم الحمدللہ امن سے رہ رہے ہیں) اور ہندوستان کے ہندوؤں سے جہاد (جو اسلام کی پاداش میں مسلمانوں کو تہ تیغ کر رہے ہیں جن کے ۴۷ء اور ۷۱ء کے ظلم و ستم اور قتل و غارت کے بدلے کا قرض بھی ہم پر باقی ہے) میں فرق واضح ہو گیا ہو گا۔

میں جب کسی مسلم بھائی سے سنتا ہوں کہ وہ جہاد کے لئے پاکستان اور ہندوستان کو برابر قرار دیتا ہے تو مجھے سخت افسوس ہوتا ہے اور مجھے اس کے دماغ میں ہندو کی پسندیدہ فکر اور اس کے منہ میں ہندو کی پسندیدہ زبان صاف نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب بھائیوں کو سمجھ عطا فرمائے۔

آپ کا آخری فقرہ ہے۔

اگر ہم اپنی اسلامی عمارت کو بیرون سے جہاد کے ذریعے مضبوط بنالیں اور اندر سے کھوکھلی رہے تو اس کا کیا فائدہ؟ واضح کریں۔

میرے بھائی ہماری اسلامی عمارت کی اندرونی مضبوطی بھی دشمنوں سے جہاد کے ذریعے ہو گی۔ کفار سے جہاد کرتا ہی وہ ہے جس میں اسلامی حمیت ہو۔ آپ خود دیکھ لیں مسلمانوں

کے حکمران چونکہ اسلامی حمیت سے خالی ہیں۔ اس لئے کفار سے نہیں لڑتے جو کفار سے ان کے کفر کی وجہ سے لڑے گا وہ مرد مومن ہو گا اور اسی کے ذریعے اللہ تعالیٰ ملک کو اندرونی طور پر بھی مستحکم فرمائے گا۔ اس لئے کوشش کریں کہ کسی نہ کسی طرح کفار سے جہاد جاری رہے اور تمام مسلمان اس مقدس فریضہ میں شامل ہو جائیں۔

راہ جہاد سے فرار کے بہانے

محترم بھائیو! انسان جب کچھ کر نہیں سکتا یا کچھ کرتا نہیں تو اپنی کوتاہی کا اعتراف کرنے کی بجائے اس کا نفس اسے بہلاتا ہے فریب دیتا ہے کہ نہیں تم بھی کچھ ہو۔ جو لوگ جہاد کشمیر یا دنیا کے دیگر خطوں میں جاری جہاد کی فرضیت پر اعتراض کرتے ہیں' اصل بات یہ ہے کہ ان کی نیت ہی درست نہیں۔ یہ لوگ عملی جہاد سے جان چھڑانے کے لئے کہتے ہیں کہ ہم جہاد کے منکر نہیں ہیں' ہم بھی جہاد کے قائل ہیں اور پھر جب انہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جہاد کرتے کیوں نہیں؟ تو کہتے ہیں' جہاد کے تو ہم بھی قائل ہیں' لیکن سبب یہ ہے' لیکن وجہ یہ ہے' لیکن رکاوٹ یہ ہے' مانع یہ ہے' لیکن اصل حقیقت یہ ہے' اصل بات تو نہیں سمجھتے وغیرہ وغیرہ

میری اس بات کی دلیل کہ ان کی نیت خراب ہے قرآن میں موجود ہے..... اللہ فرماتے ہیں

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ۔ (توبہ ۴۶)

اگر ان کا جہاد کے لئے نکلنے کا ارادہ ہوتا تو اس کی تیاری ضرور کرتے۔

مجھے بتاؤ کہ یہ جتنے فضیلت مآب ہیں' کیا یہ صرف کلاشنکوف ہی کھول کر اسے بند کر سکتے ہیں؟ کیا اگر ان کو اسلحہ مل جائے تو اپنے ہدف پہ نشانہ لگا سکتے ہیں؟..... ثابت ہوا کہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ نیت کا خلل ہے۔ اللہ کی بات سچی باقی سب کی بات جھوٹی ہے۔ اللہ نے جو فرمایا کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو یہ کسی نہ کسی معسکر میں بیٹھے ہوئے تیاری تو کر رہے ہوتے۔ چلو آگے نہ جاتے کہ کچھ بہانے موجود ہیں۔ جب تیاری ہی نہیں کرتے تو یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ان کی نیت خراب ہے۔

خلیفہ کے بغیر جہاد نہیں ہو سکتا

پہلا بہانہ

کہا جاتا ہے امیر کے بغیر یہ جہاد کیسے کرتے ہیں؟ جب خلیفہ ہی موجود نہیں ہے جب تک خلافت نہ ہو تو کس طرح جہاد ہو سکتا ہے؟

اس کے جواب میں ایک موٹی بات سن لیں جو عام آدمی بھی یاد رکھ سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے حدیث ہے، مشکوۃ کے کتاب الجہاد میں دیکھ سکتے ہیں، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «لَنْ يَبْرَحَ هٰذَا الدِّيْنُ قَائِمًا»

یہ دین ہمیشہ قائم رہے گا۔

«يُقَاتِلُ عَلَيْهِ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ»

مسلمانوں کی ایک جماعت اس پر لڑائی کرتی رہے گی۔

یہاں جہاد کا لفظ نہیں بولا یقاتل (لڑائی کرتی رہے گی) کا لفظ بولا ہے۔

«حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ» (رواه مسلم مشكوة، كتاب الجهاد)

یہاں تک کہ قیامت قائم ہو۔

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ قیامت تک لڑائی جاری رہے گی اور اس جماعت کی لڑائی کی وجہ سے اللہ کا دین قائم رہے گا۔ خلافت تو تقریباً ۱۹۲۴ء میں ختم ہو گئی تھی۔ اب ہم اگر اپنے ان بھائیوں کی منطق مان لیں تو پھر ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر سیدھی طرح سے کفار کے بوٹ پالش کرنے شروع کر دو۔ ان کی حکومت کے نیچے چین و آرام سے سو جاؤ۔ کسی قسم کا ہاتھ ہلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ کے پاس بنی بنائی دلیل موجود ہے کہ نہ خلیفہ ہو گا اور نہ آپ کو میدان میں جانے کی تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ چین کی بانسری بجاتے رہو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر لڑنا فرض ہی نہیں ہے۔

میرے بھائیو! یہ بات غلط ہے۔ بلکہ ایسے موقع پر خلافت قائم کرنے کے لئے لڑنا ہو گا۔ اس کا تو دین اسلام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک جماعت ہمیشہ حق پہ لڑتی رہے گی۔ جو ان سے دشمنی کرے گا، وہ بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا، جو ان کو چھوڑ کر چلا جائے گا، وہ بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ یہ نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی ہے۔

مشرک کی مدد سے جہاد کرنا؟

دوسرا بہانہ

ایک یہ اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ آپ نبی اکرم ﷺ کا اسوہ تو دیکھیں۔ جنگ بدر میں ایک شخص آیا۔ اس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا آپ مجھے بھی (اپنے ساتھ جنگ میں) لے چلیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مسلمان ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو اس کا جواب سننے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

اِرْجِعْ فَلَنْ اَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ

لوٹ جاؤ تم مشرک ہو اور میں مشرک کی مدد ہرگز نہ لوں گا۔

میرے بھائیو اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات کو غور سے پڑھیں یہ بات سمجھ آتی ہے کہ مشرک سے مدد حاصل نہ کرنا، اس وقت ہے جس وقت آپ کو مشرک پہ اعتماد نہیں ہے۔ جو مشرک آپ کا حلیف نہیں ہے یا آپ کے پاس اتنی قوت موجود ہے کہ آپ کو مشرک کی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ اس وقت ٹھیک ہے آپ مشرک کی مدد حاصل نہ کریں۔ لیکن اگر وہ مشرک آپ کا حلیف ہے۔ اس کا اور آپ کا مقصد ایک ہے تو وہ آپ سے تعاون کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی تو ساری زندگی اس بات کی دلیل ہے کہ ہر موقع پہ اللہ نے کفار میں سے آپ کے لئے مددگار مہیا فرمائے۔

۱۔ ابو طالب کو ہی دیکھئے کہ وہ کافر تھا۔ اس نے کہا

وَاللّٰہِ لَنْ یَصِلُوا اِلَیْكَ بِجَمْعِہِمْ حَتّٰی اُوَسَّدَ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا۔

اللہ کی قسم جب تک مجھے زمین میں دفن نہ کر لیں، میں آپ تک کسی کو پہنچنے نہیں دوں گا۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا تھا چچا تو تو کافر ہے۔ پیچھے ہٹ جا میں تیری مدد نہیں لوں گا؟

۲۔ نبی کریم ﷺ کا کفار نے بائیکاٹ کر دیا۔ آپ ﷺ شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے۔ اس وقت بنو ہاشم اور بنو مطلب نے نبی اکرم ﷺ کا ساتھ دیا۔ کفار بھی نبی ﷺ کی حمایت میں اس شعب میں محصور ہو گئے۔ کیا نبی ﷺ نے فرمایا کہ جاؤ بھائی تمہاری مدد کی مجھے ضرورت نہیں؟ نکلو یہاں سے «لَنْ أَسْتَعِيْنَ بِمُشْرِكٍ» میں کسی مشرک سے مدد نہیں لوں گا۔ ایسا قطعاً" نہیں فرمایا۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ مکہ والوں سے مایوس ہو کر طائف والوں کی طرف گئے تاکہ کچھ حمایت حاصل ہو جائے یا مدد حاصل ہو جائے۔ حالانکہ طائف والے بھی مشرک تھے۔

۴۔ جب وہاں سے مکہ کی طرف واپس تشریف لائے تو اب مکہ میں داخلے کی کوئی صورت نہ تھی۔ سبھی مکہ والے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ آپ ﷺ کے ساتھی زید نے کہا۔ اے اللہ کے رسول ﷺ اب ہم مکے میں کیسے جائیں گے؟ فرمایا اللہ سبب بنائے گا۔ مطعم (مشرک) کی طرف پیغام بھیجا کہ تم مجھے اپنی پناہ میں لے کر مکے کے اندر لے جاؤ۔ اس کے کئی بیٹے تھے۔ وہ ان سب کو اپنے ساتھ لے کر آیا۔ نبی ﷺ کے ایک طرف اپنے بیٹوں کی لائن بنا دی اور دوسری طرف باقی بیٹوں کی لائن بنا لی اور اعلان کرتا جاتا ہے، کہتا ہے لوگو! یاد رکھو محمد ﷺ آج سے میری پناہ میں ہیں، خبردار جو ان کو کوئی نقصان پہنچایا۔ ابو سفیان آیا کہنے لگا، مطعم تو کہیں اس کا تابع (مسلمان) تو نہیں ہو گیا؟ مطعم کہنے لگا، نہیں مسلمان تو نہیں ہوا۔ صرف پناہ دی ہے۔ کہنے لگا پھر ٹھیک ہے۔ ہم تمہاری پناہ کی قدر کرتے ہیں۔ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

۵۔ نبی اکرم ﷺ کی ہجرت ہوتی ہے تو مکہ سے مدینہ کا راستہ بتانے کے لئے نبی اکرم ﷺ

نے ایک آدمی اجرت پر رکھ لیا۔ صحیح بخاری میں آتا ہے، مشرک تھا **"ھادیا خریتا"** بڑا ماہر تھا۔ اگر راستے میں جنگ ہو جاتی تو کیا خیال ہے جب وہ مشرک نبی اکرم ﷺ کے ساتھ مل کر دشمنوں سے لڑتا تو نبی اکرم ﷺ اس کو کہتے کہ نہیں چل تو نکل جا یہاں سے، تیری مدد کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ تو مشرک ہے۔

جنگ بدر کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے مشرکوں سے مدد لی

تیسرا حیلہ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جنگ بدر سے پہلے کی بات ہے، جنگ بدر کے بعد ایسا نہیں ہوا۔ حالانکہ صلح حدیبیہ کا جو واقعہ ہوا اس کے معاہدے میں موجود شرائط میں ایک شق یہ بھی تھی کہ جو شخص چاہے مسلمانوں کا حلیف بن جائے اور جو شخص چاہے قریش کا حلیف بن جائے۔ چنانچہ بنو خزاعہ نبی ﷺ کے حلیف اور بنو بکر قریش کفار کے حلیف بن گئے۔ اب بنو خزاعہ پر بنو بکر نے حملہ کر دیا تو قریشیوں نے ان کا ساتھ دیا۔ نبی ﷺ نے ان پر بدلہ لینے کے لئے چڑھائی کر دی۔ مسند احمد میں حدیث ہے کہ اس وقت بنو خزاعہ بھی نبی ﷺ کے ساتھ جنگ میں شامل تھے۔ بنو خزاعہ جو ابھی کفر پہ تھے، کوئی کوئی آدمی مسلمان ہوا تھا، باقی سب کافر ہی تھے، تبھی تو حلیف تھے۔ اگر مسلمان ہوتے تو پھر حلیف بننے کی کیا ضرورت تھی؟ تو نبی ﷺ کے ساتھ بنو خزاعہ بھی شامل تھے۔

مسند احمد (جلد نمبر ۱ ص ۱۷۹) میں عبداللہ بن عامر کی حدیث ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب مکہ فتح کیا تو اعلان کیا کہ ہتھیار روک لو، کوئی ہتھیار استعمال نہ کرے۔ ہاں بنو خزاعہ کو اجازت ہے کہ بنو بکر کا آدمی جہاں ملتا ہے، اس کا سر اڑاتا چلا جائے، کیونکہ انہوں نے غداری اور عہد شکنی کی ہے۔ جب عصر کا وقت ہوا تو فرمایا کہ بس بھئی اب بنو خزاعہ کے دل ٹھنڈے ہو چکے ہیں۔ اب بنو خزاعہ کو بھی اجازت نہیں کہ وہ بنو بکر پر کوئی حملہ کریں یا ان کو قتل کریں۔

غور فرمائیں کہ یہ واقعہ کس وقت کا ہے۔ جنگ بدر کا یا جنگ بدر کے بعد کا؟ صاف ظاہر ہے جنگ بدر کے بعد کا ہے۔ ثابت ہوا اس وقت بھی نبی اکرم ﷺ نے کفار سے مدد لی ہے۔

کشمیر کی بجائے پاکستان میں جہاد کیوں نہیں کیا جاتا؟

کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں آپ کیوں نہیں لڑتے؟ تم لوگ کشمیر میں لڑ رہے ہو۔ حکومت پاکستان تمہارا تعاون کر رہی ہے۔ یہ طاغوت ہے۔ یہ کفر کے پشتیبان ہیں' ملک کے اندر کفر و شرک پھیلا ہوا ہے۔ تم یہاں جہاد کیوں نہیں کرتے؟ کشمیر میں جہاد زیادہ (اہم) ہے۔ کیا پاکستان میں جہاد (کی ضرورت) نہیں ہے؟ یہ بہت سے اعتراضات کا ایک ملغوبہ ہے۔ اسے بھی اچھی طرح سمجھیں۔

میرے بھائیو! اس بات کو ذرا تفصیل سے سمجھئے۔ کافر کئی قسم کے ہیں۔ ایک وہ کافر ہے جس نے کلمہ ہی نہیں پڑھا' ایک وہ کافر ہے جس نے کلمہ پڑھ لیا ہے۔ اب ان دونوں کا فرق ہے جس نے کلمہ نہیں پڑھا' وہ ہم سے اس لئے لڑتا ہے کہ ہم کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ کافر اسی بناء پر ہم سے لڑتا ہے۔ جو کلمہ پڑھنے والا ہے' وہ اس وجہ سے کبھی بھی ہم سے نہیں لڑے گا کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں۔ وہ تو کلمہ پڑھنے کی وجہ سے ہمارا بھائی بن گیا' ہمارے دین میں داخل ہو گیا' اب اگر وہ گمراہ ہے' ہم اس کو سمجھائیں گے' دعوت دیں گے' جب تک وہ ہم پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا' ہم اس پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ ہم اس کو گمراہ سمجھیں گے' غلط سمجھیں گے۔ اس کو یہ بھی کہیں گے کہ یہ کفر کا' شرک کا مرتکب ہوا ہے۔ لیکن ہم اس سے جنگ نہیں کریں گے۔ کیونکہ اگر ہم کلمہ پڑھنے والوں سے جنگ کریں گے تو کلمے کا انکار کرنے والوں سے ہم جنگ نہیں کر سکتے۔

صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے نبی ﷺ مال تقسیم کر رہے ہیں۔ ایک شخص آتا ہے کہتا ہے کہ «إِعْدِلْ يَامُحَمَّدُ ﷺ» اے محمد ﷺ انصاف کر۔ فتح الباری میں اور کئی روایتیں اکٹھی کر کے ایسے کئی نامناسب الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ مثلاً اس نے کہا "اے محمد ﷺ اللہ کی قسم تو نے انصاف کیا ہی نہیں" کیا یہ شخص مسلمان ہے؟ لیکن کلمہ گو ہے۔ بعض نے کہا یا رسول اللہ اجازت دیجئے' اس کی گردن اڑا دیں۔ فرمایا چھوڑ دو۔ لوگ کہیں گے۔ محمد ﷺ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔ اپنے ساتھیوں کو اگر ہم قتل کرنے لگیں تو اپنے دشمنوں کو کیسے قتل کریں گے؟

کئی لوگ اس پر الجھتے ہیں کہ تمہارے نزدیک پھر ہر شخص ہی مسلمان ہے خواہ قبر پرست ہو خواہ صحابہ سے عداوت رکھتا ہو' تم سب کو ٹھیک سمجھتے ہو۔ بھئی ہم کب ٹھیک سمجھتے ہیں ہم کہتے ہیں نبی ﷺ کے پیاروں سے دشمنی رکھنا کفر ہے۔ اللہ کے ساتھ غیروں کو بھی حاجت روا سمجھنا شرک کا عقیدہ ہے ہمیں اس میں کوئی شک نہیں سیدھی صاف بات ہے لیکن وہ کلمہ گو ہیں کلمہ پڑھ رہے ہیں ہم ان کے سامنے قرآن پیش کریں تو وہ یہ نہیں کہتے جاؤ ہم قرآن نہیں مانتے ممکن ہے ان کے مولوی ایسی کوئی بات کہہ دیں لیکن وہ بھی سب لوگوں کے سامنے یہ بات کبھی نہیں کہہ سکتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں خارجی نکلے۔ انہوں نے کہا علی رضی اللہ عنہ کافر' عثمان رضی اللہ عنہ بھی کافر ہے۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا نبی ﷺ کا فرمان ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا منکر کافر ہوتا ہے یا کہ نہیں ہوتا؟ تو وہ خارجی بھی کافر ہی تھے لیکن کلمہ گو کافر تھے۔ اسی لئے علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یاد رکھو کہ تمہارے وظیفے تمہیں ملیں گے' مال غنیمت سے حصہ ملے گا' مسجدوں میں تم آؤ ہم تمہیں نہیں روکیں گے' ہاں اگر تم شرارت کرو گے' پھر ہم تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ پھر جب انہوں نے شرارت کی' حضرت خباب رضی اللہ عنہ اور ان کی لونڈی کو قتل کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ آدمی ہمارے حوالے کرو جس نے ان کو قتل کیا ہے۔ وہ کہنے لگے ہم سبھی (قاتل) ہیں۔ فرمایا پھر لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سب کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ صرف دس آدمی اس جماعت میں سے

بچے۔

اگر کافر بھی صلح کے ساتھ معاہدہ کے ساتھ رہتے ہیں تو ہم ان کی صلح اور معاہدے کا احترام کریں گے۔ ایک ہمارے کلمہ گو بھائی ہیں' صلح بھی ہماری ان سے ہے' تم کہتے ہو کیوں نہیں لڑتے؟ میرے بھائیو! ہمیں جو نصیحت کرتے ہو اگر کلمہ گو لوگوں سے لڑنا درست ہے تو تم لڑلو نا۔ تم کیوں نہیں لڑتے؟ ہم تو چلو ایک میدان میں الجھے ہوئے ہیں۔ ایک محاذ ہم نے سنبھالا ہوا ہے۔ یہ محاذ بسم اللہ پڑھ کر تم سنبھال لو۔ ہم اس کو علی وجہ البصیرت درست نہیں سمجھتے' بلکہ اس کو بالکل غلط سمجھتے ہیں کہ یہاں کلمہ گو مسلمانوں کے ساتھ ہم جنگ شروع کر دیں۔ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ہم ان کو سمجھائیں۔ ہماری کوتاہی یہ ہے کہ ہم نے ان تک قرآن پوری طرح سے نہیں پہنچایا۔ ہم نعروں میں مصروف ہیں۔ فلاں زندہ باد........ فلاں مردہ باد۔

اگر حکومت مظلوموں کی مدد کرے تو ہمیں جہاد نہیں کرنا چاہئے؟

پانچواں بہانہ

کشمیر میں حکومت پاکستان اگر ان مظلوموں کی مدد کرے تو کیا ہم اس لئے مدد چھوڑ دیں کہ حکومت پاکستان ان کی مدد کر رہی ہے۔ یہ کس قسم کی فضول بات کی جاتی ہے۔ حافظ سعید صاحب سے بھی ایک دفعہ ایک غیر ملکی مجاہد نے (اشکالات کا شکار ہو کر) بات کی۔ کہنے لگا کہ آپ تو طاغوت کے ساتھ مل کر لڑتے ہیں۔ حافظ صاحب نے کہا کہ اگر آپ کے گھر کو آگ لگ جائے' طاغوت کا فائر بریگیڈ آپ کے گھر کی آگ بجھانے آجائے تو آپ نے جو ریت یا پانی کی بالٹی پکڑی ہوئی ہے' اسے اس لئے دور پھینک دیں گے کہ اس کام میں حکومت کیوں شریک ہو گئی ہے۔ آپ کیا کریں گے؟ اللہ کی قسم وہ ایک لفظ بھی جواب میں نہ کہہ سکا۔

ہمارے گھر کی آگ اگر حکومت بجھاتی ہے تو بجھانے دو۔ اس کی مدد کرو۔ اگر حکومت

پاکستان ہندوستان کے ساتھ جنگ کرتی ہے اس بناء پر کہ وہاں مسجدیں مسمار کی جا رہی ہیں' مسلمانوں کو ذبح کیا جا رہا ہے' تو کیا ہم حکومت کی اس لئے مدد نہ کریں گے کہ حکومت نے یہاں پورا اسلامی قانون نافذ نہیں کیا۔

اگر مجاہدین کارروائی کریں گے نتیجے میں ہندو عزتیں لوٹیں گے

چھٹا بہانہ

اس کے علاوہ یہ افسوسناک اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مجاہدین کی وجہ سے کشمیر میں عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔ اگر مجاہد نہ جاتے تو مسلمان لڑکیوں کو کوئی کچھ نہ کہتا۔ مجاہدین کارروائی کر کے آجاتے ہیں۔ بعد میں کریک ڈاؤن ہوتا ہے۔ لڑکیوں کی عزتیں لوٹی جاتی ہیں اور قتل و غارت ہوتی ہے۔

میرے بھائیو! اسے کہتے ہیں "مدعی سست گواہ چست" اگر ایسی بات ہوتی تو لشکر طیبہ سے سب سے زیادہ دشمنی کشمیریوں کو ہوتی۔ کشمیری تو ان پر بچھے چلے جاتے ہیں۔ وہ لوگ اپنے فرزندوں سے وہ محبت نہیں کرتے جو وہ یہاں سے جانے والے مجاہدین سے کرتے ہیں۔ (مجلہ الدعوۃ کے صفحات اس پر گواہ ہیں) میرے بھائیو! عزتیں لٹ سکتی ہیں۔ لیکن وہاں جہاں مجاہدین کی ہائیڈ (پناہ گاہ) نہیں ہے۔ جہاں جہاں پناہ گاہ موجود ہے' وہاں ظلم و ستم تو ہو سکتا ہے' کریک ڈاؤن تو سکتا ہے..... لیکن عزت نہیں لوٹی جائے گی..... کیونکہ ہندوؤں کو پتہ ہے کہ عزت لوٹی نہیں اور مجاہدین کی طرف سے بدلہ فورا پورا ہوا نہیں۔

ساتواں بہانہ

بعض لوگ جہاد و قتال کے لئے بعض شرائط عائد کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پہلے جہاد بالنفس کرو' پھر جہاد بالشیطان' پھر جہاد بالدنیا پھر جا کر دشمن سے جہاد ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پہلے نفس سے جہاد کرو' اس میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر شیطان سے جہاد کرو' اس میں کامیاب ہو جاؤ تو پھر دنیا سے جہاد کرو' اس میں اگر کامیاب ہو جاؤ (جس میں کامیابی کا نہ علم ہو سکتا ہے نہ کوئی اس کا دعویٰ کر سکتا ہے) تو پھر دشمن کے ساتھ جہاد شروع کر دو۔

اللہ کے بندو! اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ جو لوگ مسلمان ہوتے تھے' کیا آپ بھی جہاد کے لئے ان پر ایسی شروط و قیود لگاتے تھے۔ ہرگز نہیں۔۔۔۔۔ فتح مکہ کو ہی لے لیجئے۔۔۔۔۔ فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار آدمی آئے تھے۔ گھنٹے آدھے گھنٹے میں بارہ ہزار مجاہد ہو گئے۔ ان کی نماز بھی ابھی درست نہیں کی' ان کا سب کچھ ابھی اسی طرح تھا۔ کہا چلو جنگ حنین میں چلو۔ اسی طرح ان کو ساتھ لے گئے۔ کب انہوں نے جہاد کیا تھا نفس کے ساتھ' کب جہاد کیا تھا شیطان کے ساتھ اور کب جہاد کیا تھا دنیا کے ساتھ؟ کس قسم کی باتیں کرتے ہو۔

اصل بات یہ ہے کہ خانقاہی نظام پیدا ہی اس لئے کیا گیا ہے کہ جہاد کو ختم کیا جا سکے۔ اسی لئے حکومت کے نصاب میں سب سے زیادہ زور تصوف پر دیا جاتا ہے۔ وہی بات جس کی اقبال نشاندہی کر گیا ہے کہ

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے
پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

اللہ کے بندو! جب لڑنے کا وقت ہے تم کہتے ہو نفس کے ساتھ جہاد کرتے رہو۔ یہ بات

بھی اقبال ہی کہہ گیا ہے کہ

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا

کہ اٹھنے کا وقت ہے تو کہتے ہیں سجدہ کرو۔ بھئی اٹھنے کا وقت ہے تو اٹھو نا۔ جب سجدے کا وقت ہے تو سجدہ کرو' جب اٹھنے کا وقت ہے تو اٹھو۔

یہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ جو لوگ جہاد میں جاتے ہیں' وہ نفس سے جہاد نہیں کرتے' وہ شیطان اور دنیا کے ساتھ جہاد نہیں کرتے اور جہاد صرف وہی کرتا ہے جو ایک کٹیا میں بیٹھ کر "حق" "ہو" کی ضربیں لگاتا رہتا ہے۔ یہ شیطان کا ان بھائیوں کو دھوکہ ہے۔ اللہ شاہد ہے کہ جس طرح میں نے معسکر ام القریٰ میں جوانوں کو ہچکیاں باندھ باندھ کر روتے دیکھا' یہاں کسی کو نہیں دیکھا۔ سینکڑوں ایکڑ اراضی کے مالک نوجوان' ایم ایس سی کئے ہوئے نوجوان' ان کے دل میں بھی سب ارمان ہیں۔ خواہشیں' وراثت' جائیداد' آرام' آسائش' عزیز و اقارب' ماں باپ سب کچھ چھوڑ کر اپنی گردن کٹانے یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ کیا خیال ہے جہاد بالنفس کے بغیر ہی پہنچ گئے ہیں؟ جہاد بالشیطان اور دنیا کو ترک کئے بغیر پہنچے ہیں؟ نہیں۔ (اور پھر ان مجاہدوں کی پوری پوری ڈاڑھیاں' شلواریں ٹخنوں سے اوپر اور ایک ایک سنت کا اہتمام' کیا یہ نفس کے خلاف جہاد نہیں؟) اگر تم نے نفس سے جہاد کرنا ہے' شیطان سے مقابلہ کرنا ہے تو اس کے لئے جہاد کا میدان ہے۔

نسائی میں ایک حدیث ہے کہ ابن آدم اللہ کی راہ میں مسلمان ہونے کے لئے نکلنے لگا۔ شیطان نے کہا کیا کرتا ہے۔ اپنے باپ دادا کا دین چھوڑتا ہے۔ اس نے کہا جا' میں تیری بات نہیں مانتا۔ مسلمان ہو گیا اب ہجرت کرنے کی باری آئی گھر چھوڑنے کی منزل آئی شیطان درمیان میں آ گیا' کہنے لگا اللہ کے بندے ان گلیوں میں تو کھیلتا رہا ہے' یہاں تیری مجلس' تیرے چاہنے والے ہیں۔ تو اس زمین و آسمان کو چھوڑنے لگا۔ تو بے وطن ہو جائے گا۔ اس نے کہا جا میں نے تیری بات نہیں مانی۔ ابن آدم ہجرت کی منزل بھی طے کر گیا اب جہاد کے لئے نکلنے لگا۔ شیطان پھر راستے میں آ کر بیٹھ گیا اور کہتا ہے مارا جائے گا۔

نسائی مسند احمد کی حدیث کے الفاظ ہیں تُقْتَلُ مارا جائے گا۔ تیری بیوی سے دوسرے نکاح کر لیں گے۔ بچے تیرے یتیم ہو جائیں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' وہ شیطان کی بات کو ٹھکرا کر پھر نکل جاتا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' جس شخص نے یہ کام کیا اللہ کے ذمے ہے کہ وہ اس کو جنت عطا فرمائے۔ اگر شہید ہو گیا' راستے میں بیمار ہو کر مر گیا' ڈوب گیا' راستے میں سواری سے گر کر' ایکسیڈنٹ ہو کر مر گیا۔ پھر بھی اللہ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ تو بھائی ہمیں یہ سب بہانے چھوڑ کر بلا تاخیر جہاد کی راہ اپنانی چاہیے۔ اگر جہاد کے لئے نکل نہیں سکتے تو کم از کم مجاہدین کی حمایت کریں۔ شیطان کے وسوسوں میں نہ آئیں۔ دنیا کے لئے اپنی عاقبت کو خراب نہ کریں۔ اللہ ہمیں ہدایت سے نوازے۔ آمین!

«وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ»

۷۰) سالہ عبادت اور جہاد فی سبیل اللہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[٦] «مَرَّ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ : بِشِعْبٍ ـ فِيْهِ عُيَيْنَةٌ مِنْ مَاءٍ عَذْبَةٍ فَأَعْجَبَتْهُ بطيبها فَقَالَ لَوِ اعْتَزَلْتُ النَّاسَ فَاَقَمْتُ فِي هٰذَا الشِّعْبِ وَ لَنْ اَفْعَلَ حَتّٰى اَسْتَاذِنَ رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ فَذَكَرَ ذَالِكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ : فَقَالَ : « لَا تَفْعَلْ فَاِنَّ مَقَامَ اَحَدِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَفضلُ مِنْ صَلٰوتِهٖ فِيْ بَيْتِهٖ سَبْعِيْنَ عَامًا ـ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ يُدْخِلَكُمُ الْجَنَّةَ ؟ اغزوا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ » [۸]

[۸] صحیح الترمذی ، أبواب فضائل الجهاد :باب الغدوّ و الرّواح فی سبیل اللہ عزّوجلّ ، الحدیث : ١٣٤٨

"رسول اللہ ﷺ کا ایک صحابی ایک پہاڑی گھاٹی کے قریب سے گذرا، جس میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا جو اپنی خوشگواری کی وجہ سے اسے بہت پسند آیا۔ اس نے سوچ کہ کاش! میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر اس گھاٹی میں مقیم ہو جاؤں۔ لیکن میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت لیے بغیر ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ چنانچہ اس نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس خواہش کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا نہ کرو کیونکہ تم میں سے کسی شخص کا اللہ کی راہ میں (کچھ دیر) ٹھہرنا گھر کی ستر (۷۰) سالہ نمازوں سے زیادہ افضل ہے۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور جنت میں داخل کر دے؟ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ جس نے اللہ کی راہ میں اونٹنی کے دودھ دوہنے میں وقفہ کی مقدار کے برابر قتال کیا اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔"

الله اکبر
اللہ کی راہ میں جہاد کرو بیشک جہاد
جنّت کے دروازوں میں سے
ایک دروازہ ہے اللہ تعالیٰ اسکے
ذریعہ رنج وغم سے نجات دِلاتا ہے۔
(مسند احمد 5 / 214)

شہید کے فضائل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
شہید کیلئے اللہ کے ہاں چھ انعام ہیں
شہید ہوتے ہی اسکے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں
اور جنت میں اسے اس کا مقام دِکھا دیا جاتا ہے۔
عذاب قبر سے اسے محفوظ رکھا جاتا ہے۔
(قیامت کے دن) اسے بڑی گبھراہٹ سے محفوظ رکھا جائیگا
اسکے سر پر عزت کا ایسا تاج رکھا جائیگا جس میں لگا ہوا ایک
یاقوت دُنیا اور اسمیں موجود ہر چیز سے زیادہ قیمتی ہوگا۔
(جنت میں) موٹی آنکھوں والی (۷۲) "حوروں" سے
اس کا نکاح کیا جائے گا۔
اور وہ اپنے ستر (۷۰) عزیز واقارب کی سفارش کر سکے گا
(نسائی للالبانی ۲/۱۳۵۸)